ساحلِ صندل نیشنل پارک نے سمندری کچھوؤں کی واپسی میں نئی مثال قائم کر دی

—ایک برس میں گھونسلوں کی تعداد 312 سے بڑھ کر 468 ہو گئی، رضاکار نگرانی کے نظام کو ماڈل قرار

رپورٹ: ثمینہ ارشد لودھی

ساحلِ صندل نیشنل پارک کے ریتلے کنارے پر ہر برس مارچ کے آخر میں ایک خاموش مگر غیر معمولی منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ رات کے پچھلے پہر، جب سمندر پر ہلکی سی دھند اترتی ہے اور لہریں دھیرے دھیرے کنارے سے ٹکراتی ہیں، تب ریت کے نیچے سے ننھے کچھوے باہر نکلتے ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کی جگہ سے سیدھے سمندر کی طرف رینگتے ہیں، اور اس سفر کے ہر قدم پر ان کی زندگی کا امکان بدلتا ہے۔ اس برس یہ منظر پہلے سے زیادہ بار دیکھا گیا، اور یہی اس کی سب سے بڑی خبر ہے۔

پارک کے ڈائریکٹر ڈاکٹر نوید اختر چغتائی نے جمعرات کی صبح پریس بریفنگ میں بتایا کہ 2025 میں ساحل پر 468 گھونسلے رجسٹر کیے گئے، جبکہ 2024 میں یہ تعداد 312 تھی۔ ان کے مطابق اس اضافے کی وجہ صرف موسم نہیں بلکہ وہ نظام ہے جو پچھلے تین برس میں آہستہ آہستہ بنایا گیا۔ ’’ہم نے صرف انڈوں کی حفاظت نہیں کی، ہم نے پورے راستے کی حفاظت کی، ریت سے لے کر پانی تک۔‘‘ ان کا کہنا تھا کہ یہی وہ فرق ہے جو کاغذ پر نظر نہیں آتا مگر کچھوے کی زندگی میں سب سے اہم ہوتا ہے۔

اس نظام کی بنیاد 47 رضاکاروں پر رکھی گئی ہے جنہیں ’ساحل نگہبان‘ کہا جاتا ہے۔ ان میں زیادہ تر ماہی گیر خاندانوں کے نوجوان ہیں جو پہلے انڈوں کے غیر قانونی شکار میں ملوث تھے۔ اب وہی لوگ رات کے گشت پر نکلتے ہیں، گھونسلوں کا اندراج کرتے ہیں اور ننھے کچھوؤں کو روشنی سے بچانے کے لیے ساحل کے قریب گھروں کی لائٹیں بند کرانے کی مہم چلاتے ہیں۔ ڈاکٹر چغتائی کے بقول یہ تبدیلی کسی جرمانے سے نہیں بلکہ روزگار سے آئی ہے، کیونکہ ہر رضاکار کو ماہانہ وظیفہ اور موسم کے آخر میں بونس دیا جاتا ہے۔

پارک کی ڈپٹی کنزرویٹر محترمہ سائرہ بانو نے بتایا کہ گھونسلوں کی گنتی کے لیے ڈرون اور تھرمل کیمروں کا استعمال بھی بڑھایا گیا ہے، تاہم ان کا کہنا تھا کہ ٹیکنالوجی صرف مدد کے لیے ہے، اصل کام اب بھی آنکھ اور قدم کا ہے۔ ’’ایک ڈرون ایک رات میں جو دیکھتا ہے، وہ ایک رضاکار ایک ہفتے میں سمجھتا ہے۔ دونوں کی جگہ ہے، مگر ترجیح انسان کو ہی دی جائے گی۔‘‘ انہوں نے کہا کہ آئندہ مالی سال میں ساحل کے مزید 9 کلومیٹر حصے کو اس نظام کے دائرے میں لایا جائے گا۔

تاہم ماحول کے ساتھ ساتھ یہ منصوبہ سماجی سطح پر بھی کئی سبق دیتا ہے۔ ماہی گیر برادری کے بزرگ حاجی عبدالستار ملاح نے کہا کہ شروع میں بہت سے لوگ اس مہم کو وقت کا ضیاع سمجھتے تھے، مگر اب وہی لوگ اپنے پوتوں کو گشت پر بھیج رہے ہیں۔ ’’ہم نے سیکھا کہ جو چیز ہمیشہ سے ہمارے پاس تھی، اسے بچانا بھی ہمارا ہی کام ہے۔‘‘ ان کی یہ بات شاید اس پورے منصوبے کا سب سے سادہ مگر سب سے گہرا جملہ ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ رجحان اگلے تین برس برقرار رہا تو ساحلِ صندل کا شمار بحیرۂ عرب کے ان چند مقامات میں ہونے لگے گا جہاں سبز کچھوے کی آبادی مستحکم ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے امید ظاہر کی کہ 2027 تک گھونسلوں کی تعداد 500 کے قریب پہنچ جائے گی، بشرطیکہ ساحل پر روشنی اور پلاسٹک کے کچرے پر قابو پایا جا سکے۔ یہ دونوں مسائل اب بھی اس نظام کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

ہوا کا بہاؤ تبدیل ہونے سے ریگزارِ نمک پر "ریت کے بھوت" رقص کرنے لگے

ہمسایہ بندرگاہ کے ماہی گیروں کو بھی مشکل کا سامنا ہے، جہاں ریت کی تہہ کے نیچے چھپی چٹانیں کشتیوں کے پیندے پھاڑ دیتی ہیں۔ بندرگاہ کے ناخدا حاجی عبدالستار ملاح نے کہا کہ پہلے ہوا کا رخ دیکھ کر سمندر کا حال معلوم ہو جاتا تھا، اب ہوا کچھ بتاتی ہے اور ریت کچھ اور کہتی ہے، اور ہم بیچ میں پھنس جاتے ہیں۔ ان کے مطابق گزشتہ برس 11 کشتیوں کے پیندے متاثر ہوئے، جن کی مرمت پر اوسطاً 3 لاکھ روپے فی کشتی خرچ آیا۔

محکمۂ ماحولیات کے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر نوید اختر چغتائی نے بتایا کہ ریگزار کے 27 کلومیٹر طویل حصے پر ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی پیمائش کے لیے 2024ء کے 5 مارچ سے 27 کلومیٹر طویل حصے پر ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی پیمائش کے لیے 6242 ماپنے والے کھونٹے نصب کیے گئے تھے۔ ان کے مطابق ان کھونٹوں کی مدد سے معلوم ہوا کہ ریت کے ٹیلے اوسطاً 2.3 میٹر فی سال کی رفتار سے جنوب کی طرف بڑھ رہے ہیں، جبکہ بعض مقامات پر یہ رفتار 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ اعداد و شمار اس سے پہلے کبھی جمع نہیں کیے گئے تھے۔

ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی بنیادی وجہ ہوا کے بہاؤ میں تبدیلی ہے، جو ان کے بقول ساحل سے دور سمندر میں ہونے والی تبدیلیوں کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ ’’ہوا کا رخ اور رفتار دونوں بدل رہے ہیں، اور جب تک ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہوا کیوں بدل رہی ہے، ہم صرف ریت کو روکنے کی کوشش کرتے رہیں گے، جو مسئلے کا مستقل حل نہیں۔‘‘ انہوں نے کہا کہ محکمہ اس مقصد کے لیے ایک علیحدہ تحقیقی ٹیم تشکیل دینے کی تجویز وزارت کو بھیج چکا ہے۔

ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کے سب سے زیادہ متاثرہ علاقوں میں ریگزار کے مشرقی کنارے پر واقع 14 دیہات شامل ہیں، جن کی مجموعی آبادی 9 ہزار 300 نفوس پر مشتمل ہے۔ ان دیہات میں سب سے زیادہ نقصان کھجور کے باغات کو پہنچا ہے، جہاں 1 ہزار 120 درخت یا تو مکمل طور پر ریت میں دب چکے ہیں یا اس کے نیچے سے جڑیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ ان باغات کے مالک حاجی نذیر احمد بلوچ نے کہا کہ ان کے والد نے یہ باغ 1968ء میں لگایا تھا اور اب وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اسے ختم ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

محکمۂ ماحولیات کے مطابق ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے 3 کلومیٹر طویل کچی سڑک بھی بند ہو چکی ہے، جبکہ 2 پرائمری اسکول اور 1 بنیادی مرکزِ صحت کو بھی خطرہ لاحق ہے۔ ڈپٹی کمشنر ساحلِ نمک محترمہ رخسانہ بتول نے کہا کہ ضلعی انتظامیہ نے متاثرہ دیہات کے مکینوں کے لیے 3 عارضی کیمپ قائم کیے ہیں اور 412 خاندانوں کو ممکنہ طور پر منتقل کرنے کی تجویز دی گئی ہے، تاہم انہوں نے کہا کہ حتمی فیصلہ صوبائی حکومت کرے گی۔

محکمۂ ماحولیات نے ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کو روکنے کے لیے 3 ممکنہ طریقوں پر غور کیا ہے، جن میں ٹیلوں کے گرد 2 میٹر اونچی جالی لگانا، ریت پر تیل کا چھڑکاؤ کرنا اور ٹیلوں کے سامنے ریت روکنے والی دیوار بنانا شامل ہیں۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ جالی لگانے کا طریقہ سب سے مہنگا ہے اور فی کلومیٹر 1 کروڑ 15 لاکھ روپے خرچ ہوں گے، جبکہ تیل کا چھڑکاؤ سب سے سستا ہے اور اس پر فی کلومیٹر 38 لاکھ روپے لاگت آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ ان تجاویز پر 15 اپریل سے 30 مئی تک عوامی سماعت کی جائے گی۔

محکمۂ ماحولیات نے ساحلِ نمک کے ریگزار کے 49 کلومیٹر طویل حصے کو 3 حساس علاقوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے 2 علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح سب سے زیادہ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی ہے، جو باقی علاقوں کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے ریت کے ٹیلوں کی اونچائی میں بھی تبدیلی آئی ہے۔

محکمۂ ماحولیات نے ساحلِ نمک کے ریگزار کے 49 کلومیٹر طویل حصے کو 3 حساس علاقوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے 2 علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح سب سے زیادہ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی ہے، جو باقی علاقوں کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے ریت کے ٹیلوں کی اونچائی میں بھی تبدیلی آئی ہے۔

محکمۂ ماحولیات نے ساحلِ نمک کے ریگزار کے 49 کلومیٹر طویل حصے کو 3 حساس علاقوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے 2 علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح سب سے زیادہ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی ہے، جو باقی علاقوں کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے ریت کے ٹیلوں کی اونچائی میں بھی تبدیلی آئی ہے۔

محکمۂ ماحولیات نے ساحلِ نمک کے ریگزار کے 49 کلومیٹر طویل حصے کو 3 حساس علاقوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے 2 علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح سب سے زیادہ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی ہے، جو باقی علاقوں کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے ریت کے ٹیلوں کی اونچائی میں بھی تبدیلی آئی ہے۔

ساحلِ صندل نیشنل پارک کے ریتلے کنارے پر ہر برس مارچ کے آخر میں ایک خاموش مگر غیر معمولی منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ رات کے پچھلے پہر، جب سمندر پر ہلکی سی دھند اترتی ہے اور لہریں دھیرے دھیرے کنارے سے ٹکراتی ہیں، تب ریت کے نیچے سے ننھے کچھوے باہر نکلتے ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کی جگہ سے سیدھے سمندر کی طرف رینگتے ہیں، اور اس سفر کے ہر قدم پر ان کی زندگی کا امکان بدلتا ہے۔ اس برس یہ منظر پہلے سے زیادہ بار دیکھا گیا، اور یہی اس کی سب سے بڑی خبر ہے۔

پارک کے ڈائریکٹر ڈاکٹر نوید اختر چغتائی نے جمعرات کی صبح پریس بریفنگ میں بتایا کہ 2025 میں ساحل پر 468 گھونسلے رجسٹر کیے گئے، جبکہ 2024 میں یہ تعداد 312 تھی۔ ان کے مطابق اس اضافے کی وجہ صرف موسم نہیں بلکہ وہ نظام ہے جو پچھلے تین برس میں آہستہ آہستہ بنایا گیا۔ ’’ہم نے صرف انڈوں کی حفاظت نہیں کی، ہم نے پورے راستے کی حفاظت کی، ریت سے لے کر پانی تک۔‘‘ ان کا کہنا تھا کہ یہی وہ فرق ہے جو کاغذ پر نظر نہیں آتا مگر کچھوے کی زندگی میں سب سے اہم ہوتا ہے۔

اس نظام کی بنیاد 47 رضاکاروں پر رکھی گئی ہے جنہیں ’ساحل نگہبان‘ کہا جاتا ہے۔ ان میں زیادہ تر ماہی گیر خاندانوں کے نوجوان ہیں جو پہلے انڈوں کے غیر قانونی شکار میں ملوث تھے۔ اب وہی لوگ رات کے گشت پر نکلتے ہیں، گھونسلوں کا اندراج کرتے ہیں اور ننھے کچھوؤں کو روشنی سے بچانے کے لیے ساحل کے قریب گھروں کی لائٹیں بند کرانے کی مہم چلاتے ہیں۔ ڈاکٹر چغتائی کے بقول یہ تبدیلی کسی جرمانے سے نہیں بلکہ روزگار سے آئی ہے، کیونکہ ہر رضاکار کو ماہانہ وظیفہ اور موسم کے آخر میں بونس دیا جاتا ہے۔

پارک کی ڈپٹی کنزرویٹر محترمہ سائرہ بانو نے بتایا کہ گھونسلوں کی گنتی کے لیے ڈرون اور تھرمل کیمروں کا استعمال بھی بڑھایا گیا ہے، تاہم ان کا کہنا تھا کہ ٹیکنالوجی صرف مدد کے لیے ہے، اصل کام اب بھی آنکھ اور قدم کا ہے۔ ’’ایک ڈرون ایک رات میں جو دیکھتا ہے، وہ ایک رضاکار ایک ہفتے میں سمجھتا ہے۔ دونوں کی جگہ ہے، مگر ترجیح انسان کو ہی دی جائے گی۔‘‘ انہوں نے کہا کہ آئندہ مالی سال میں ساحل کے مزید 9 کلومیٹر حصے کو اس نظام کے دائرے میں لایا جائے گا۔

تاہم ماحول کے ساتھ ساتھ یہ منصوبہ سماجی سطح پر بھی کئی سبق دیتا ہے۔ ماہی گیر برادری کے بزرگ حاجی عبدالستار ملاح نے کہا کہ شروع میں بہت سے لوگ اس مہم کو وقت کا ضیاع سمجھتے تھے، مگر اب وہی لوگ اپنے پوتوں کو گشت پر بھیج رہے ہیں۔ ’’ہم نے سیکھا کہ جو چیز ہمیشہ سے ہمارے پاس تھی، اسے بچانا بھی ہمارا ہی کام ہے۔‘‘ ان کی یہ بات شاید اس پورے منصوبے کا سب سے سادہ مگر سب سے گہرا جملہ ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ رجحان اگلے تین برس برقرار رہا تو ساحلِ صندل کا شمار بحیرۂ عرب کے ان چند مقامات میں ہونے لگے گا جہاں سبز کچھوے کی آبادی مستحکم ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے امید ظاہر کی کہ 2027 تک گھونسلوں کی تعداد 500 کے قریب پہنچ جائے گی، بشرطیکہ ساحل پر روشنی اور پلاسٹک کے کچرے پر قابو پایا جا سکے۔ یہ دونوں مسائل اب بھی اس نظام کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

ہوا کا بہاؤ تبدیل ہونے سے ریگزارِ نمک پر "ریت کے بھوت" رقص کرنے لگے

ہمسایہ بندرگاہ کے ماہی گیروں کو بھی مشکل کا سامنا ہے، جہاں ریت کی تہہ کے نیچے چھپی چٹانیں کشتیوں کے پیندے پھاڑ دیتی ہیں۔ بندرگاہ کے ناخدا حاجی عبدالستار ملاح نے کہا کہ پہلے ہوا کا رخ دیکھ کر سمندر کا حال معلوم ہو جاتا تھا، اب ہوا کچھ بتاتی ہے اور ریت کچھ اور کہتی ہے، اور ہم بیچ میں پھنس جاتے ہیں۔ ان کے مطابق گزشتہ برس 11 کشتیوں کے پیندے متاثر ہوئے، جن کی مرمت پر اوسطاً 3 لاکھ روپے فی کشتی خرچ آیا۔

محکمۂ ماحولیات کے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر نوید اختر چغتائی نے بتایا کہ ریگزار کے 27 کلومیٹر طویل حصے پر ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی پیمائش کے لیے 2024ء کے 5 مارچ سے 27 کلومیٹر طویل حصے پر ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی پیمائش کے لیے 6242 ماپنے والے کھونٹے نصب کیے گئے تھے۔ ان کے مطابق ان کھونٹوں کی مدد سے معلوم ہوا کہ ریت کے ٹیلے اوسطاً 2.3 میٹر فی سال کی رفتار سے جنوب کی طرف بڑھ رہے ہیں، جبکہ بعض مقامات پر یہ رفتار 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ اعداد و شمار اس سے پہلے کبھی جمع نہیں کیے گئے تھے۔

ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی بنیادی وجہ ہوا کے بہاؤ میں تبدیلی ہے، جو ان کے بقول ساحل سے دور سمندر میں ہونے والی تبدیلیوں کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ ’’ہوا کا رخ اور رفتار دونوں بدل رہے ہیں، اور جب تک ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہوا کیوں بدل رہی ہے، ہم صرف ریت کو روکنے کی کوشش کرتے رہیں گے، جو مسئلے کا مستقل حل نہیں۔‘‘ انہوں نے کہا کہ محکمہ اس مقصد کے لیے ایک علیحدہ تحقیقی ٹیم تشکیل دینے کی تجویز وزارت کو بھیج چکا ہے۔

ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کے سب سے زیادہ متاثرہ علاقوں میں ریگزار کے مشرقی کنارے پر واقع 14 دیہات شامل ہیں، جن کی مجموعی آبادی 9 ہزار 300 نفوس پر مشتمل ہے۔ ان دیہات میں سب سے زیادہ نقصان کھجور کے باغات کو پہنچا ہے، جہاں 1 ہزار 120 درخت یا تو مکمل طور پر ریت میں دب چکے ہیں یا اس کے نیچے سے جڑیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ ان باغات کے مالک حاجی نذیر احمد بلوچ نے کہا کہ ان کے والد نے یہ باغ 1968ء میں لگایا تھا اور اب وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اسے ختم ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

محکمۂ ماحولیات کے مطابق ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے 3 کلومیٹر طویل کچی سڑک بھی بند ہو چکی ہے، جبکہ 2 پرائمری اسکول اور 1 بنیادی مرکزِ صحت کو بھی خطرہ لاحق ہے۔ ڈپٹی کمشنر ساحلِ نمک محترمہ رخسانہ بتول نے کہا کہ ضلعی انتظامیہ نے متاثرہ دیہات کے مکینوں کے لیے 3 عارضی کیمپ قائم کیے ہیں اور 412 خاندانوں کو ممکنہ طور پر منتقل کرنے کی تجویز دی گئی ہے، تاہم انہوں نے کہا کہ حتمی فیصلہ صوبائی حکومت کرے گی۔

محکمۂ ماحولیات نے ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کو روکنے کے لیے 3 ممکنہ طریقوں پر غور کیا ہے، جن میں ٹیلوں کے گرد 2 میٹر اونچی جالی لگانا، ریت پر تیل کا چھڑکاؤ کرنا اور ٹیلوں کے سامنے ریت روکنے والی دیوار بنانا شامل ہیں۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ جالی لگانے کا طریقہ سب سے مہنگا ہے اور فی کلومیٹر 1 کروڑ 15 لاکھ روپے خرچ ہوں گے، جبکہ تیل کا چھڑکاؤ سب سے سستا ہے اور اس پر فی کلومیٹر 38 لاکھ روپے لاگت آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ ان تجاویز پر 15 اپریل سے 30 مئی تک عوامی سماعت کی جائے گی۔

محکمۂ ماحولیات نے ساحلِ نمک کے ریگزار کے 49 کلومیٹر طویل حصے کو 3 حساس علاقوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے 2 علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح سب سے زیادہ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی ہے، جو باقی علاقوں کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے ریت کے ٹیلوں کی اونچائی میں بھی تبدیلی آئی ہے۔

محکمۂ ماحولیات نے ساحلِ نمک کے ریگزار کے 49 کلومیٹر طویل حصے کو 3 حساس علاقوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے 2 علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح سب سے زیادہ ریکارڈ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر چغتائی نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی شرح 4 میٹر فی سال تک ریکارڈ کی گئی ہے، جو باقی علاقوں کے مقابلے میں تقریباً دگنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں ریت کے ٹیلوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے ریت کے ٹیلوں کی اونچائی میں بھی تبدیلی آئی ہے۔